حصولِ علم کے لیے مطلوب صفات

خطاب: مفتی رضاء الحق

ضبط وترتیب: مولوی محمد طیب حنیف، متعلم دورہ حدیث، جامعہ

مورخہ ۸؍ربیع الاول ۱۴۴۴ھ مطابق ۵؍اکتوبر ۲۰۲۲ء بروز بدھ حضرت مفتی رضاء الحق صاحب مدظلہٗ (سابق استاذ جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن وحال شیخ الحدیث ورئیسِ دار الافتاء دار العلوم زکریا، جنوبی افریقہ) جامعہ تشریف لائے۔ اس موقع پر حضرت نے دار الحدیث میں اساتذہ وطلبہ کے مجمع سے صحیح بخاری ’’کتابُ العلم‘‘ کے بعض تراجم ابواب کی وضاحت اور حدیثِ مسلسل بالاوّلیت سے متعلق ایک علمی خطاب فرمایا، جسے جامعہ کے دورہ حدیث کے طالب علم مولوی محمد طیب حنیف نے ریکارڈنگ سے کاغذ پر منتقل اور مرتب کیا۔ افادۂ عام کی غرض سے شاملِ اشاعت کیا جارہا ہے۔ (ادارہ)

محترم طلباء کرام! اللہ رب العزت نے آپ حضرات کو علم کی گراں قدر دولت سے نواز کر عزت ورفعت عطا فرمائی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف یہ اشعار منسوب ہیں:

ما الفخرُ إلاّ لأهل العلم أنّهم ... على الهدى لمن استهدَى أدِلاءُ
وقدرُ كلِّ امرئ ما كان يُحسِنه ... والجاهلونَ لأهل العلم أعداءُ
ففُزْ بعلمٍ تعِشْ حيّاً به أبدًا ... الناسُ موتى وأهل العلم أحياءُ

ترجمہ: ’’فضیلت وبڑائی کا حق صرف اہلِ علم کو حاصل ہے، چونکہ وہ خود ہدایت پر قائم ہیں، ہدایت کے متلاشی افراد کے لیے بمنزلہ رہبر ورہنما کے ہیں۔

ہر انسان کی قدر ومنزلت اس کے حسنِ عمل سے عیاں ہوتی ہے، اور علم کی دولت سے محروم افراد اہلِ علم کے دشمن ہوتے ہیں (ان سے بغض وعداوت رکھتے ہیں)۔

لہٰذا تم علم کی گراں قدر دولت حاصل کر کے تاحیات زندگی حاصل کرلو، عوام تو مردہ کی حیثیت

رکھتے ہیں، جبکہ اہلِ علم زندہ وجاوید ہیں۔"

علمی ہنر اور کمال خود بخود ظاہر ہو جاتا ہے

انسان کا مرتبہ اور فضیلت اس میں موجود علم وہنر کی وجہ سے خود اُجاگر ہوتا ہے، لہٰذا اس علم کو شہرت طلبی اور حصولِ جاہ کے لیے ہرگز حاصل مت کرنا۔ اس سے متعلق سخت وعید وارد ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت آپ حضرات نے سنی ہوگی، جس کا حاصل یہی ہے کہ: "جہنم میں سب سے پہلے اُس شخص کو ڈالا کیا جائے گا، جس کا پڑھنا پڑھانا شہرت وجاہ کے حصول کی غرض سے ہو۔" اگر آپ کے اندر علمی ہنر وکمال موجود ہے تو اللہ رب العزت اس کو ضرور ظاہر فرمائیں گے۔

"مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید"

یعنی مشک وہ ہے جس کی مہکتی خوشبو اس کی گواہی دیتی ہو، عطر فروش کو جس کی تعریف کی ضرورت پیش آتی ہو، وہ مشک کہلانے کے قابل نہیں۔

کسی زمانہ میں انوری شاہ نامی ایک شاعر گزرا ہے، وہ دنیاوی معاش اور تنگیِ رزق کی وجہ سے ہندوستان آیا۔ اس زمانہ میں مشاعرے کی مجالس ومحافل زور وشور سے منعقد کی جاتی تھیں، چنانچہ اس نے بھی شرکت کی غرض سے اجازت کے لیے درخواست پیش کی، جب اس کو بلایا گیا تو اس نے مشاعرے کے نگراں کے سامنے غلط اشعار پڑھے، جس سے وہ خوب محظوظ ہوا۔ اس نے کہا: اس کو بھی مجلس میں شریک کرنا چاہیے، تاکہ لوگوں کے لیے تفریح کا سامان بھی فراہم ہو۔ بہرحال اگلے دن مجلسِ مشاعرہ میں اس نے خوب حیران کن اشعار پڑھے، اور لوگوں سے داد وصول کی۔ شرکاءِ مجلس نے اسے نیچے کی نشست پر بٹھایا ہوا تھا، جب اس نے یہ آخری شعر پڑھا:

قل ھو اللہ کہ وصفِ خالقِ ماست
زیر ِتبّت یدا أبي لھب است

ترجمہ: "قل ھو اللہ خالقِ کائنات کا کلام ہے، لیکن تبّت یدا أبي لھب (سورہ لہب) کے بعد واقع ہے۔"

اس شعر کا سننا تھا کہ لوگوں نے نہایت عزت وتکریم کے ساتھ اسے اونچی نشست پر بٹھایا۔

اس سے متعلق ایک (اور) واقعہ یاد آیا۔ افغانستان میں دو عالم تھے: ایک کا نام مولانا عبدالحکیم اور دوسرے کا نام مولانا عبدالباقی تھا، انہوں نے ہجرت کی نیت سے سرزمینِ شام کا رُخ کیا، وہاں کسی سے شناسائی اور تعلق نہیں تھا، ایک معمار کے پاس مزدور کی حیثیت سے کام کرنے لگے، اور اپنے علم ولیاقت کو مخفی رکھا، ایک دن

کا واقعہ ہے کہ دمشق کے مفتی عام محمود حمزہ نے ایک دعوت کا اہتمام کیا، یہ دونوں بحیثیت مزدور مدعو ہوئے، جب گھر میں داخل ہوئے تو فتاویٰ کی کتب سے معمور الماریوں کو دیکھا اور ایک فتوی کی کتاب اٹھائی، کافی دیر ورق گردانی کے بعد ایک مسئلہ پر درج حوالہ جات میں اپنی طرف سے اضافہ کیا اور بعض مسائل پر تعقُّبات بھی درج کردیئے۔ شام کو جب وہ عالمِ دین آئے اور اپنی کتابوں کو ٹٹولا تو ان کی نگاہ حوالہ جات میں اضافہ اور تعقُّبات پر پڑی۔ اس پر وہ بہت حیران ہوئے اور گھر کے خدام سے اس بارے میں دریافت کیا، انہوں نے بتایا کہ فلاں مزدور نے کیا ہے، انہوں نے مزدور کو بلایا اور فرمایا: آج سے آپ فلاں مسجد میں قیام کریں، جہاں آپ کے لیے کتب خانہ کی سہولت موجود ہے، چنانچہ (بعد میں) انہوں نے ''کشفُ الحقائق'' کے نام سے ''کنز الدقائق'' کی ایک بہترین شرح تصنیف کی، جو ہمارے دوست (شیخ الحدیث) مولانا محمد انور بدخشانی حفظہم اللہ کے مقدمہ کے ساتھ شائع ہوئی ہے۔

انہی شیخ عبدالحکیمؒ سے متعلق میں نے شیخ محمد عوامہ سے براہِ راست سنا کہ شیخؒ پیرانہ سالی کے سبب اپنے پاؤں پھیلا کر درس دیتے تھے۔ ایک مرتبہ دمشق کا گورنر ملاقات کے لیے ان کے مدرسہ حاضر ہوا، ملاقات سے فارغ ہوکر دراہم کی تھیلی ایک ملازم کے ہاتھوں روانہ کی۔ شیخ عبدالحلیمؒ نے شکریہ ادا کرتے ہوئے واپس لوٹادی اور سبق آموز جملہ ارشاد فرمایا: ''الذي يمدُّ رجليه لايمدُّ يديه'' یعنی ''جو دوسروں کے آگے پاؤں پھیلاتا ہے، وہ کبھی دستِ سوال دراز نہیں کرتا۔''

محدّث العصر حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ کا ذکرِ خیر

اس مدرسہ کا سنگِ بنیاد رکھنے والے حضرت بنوری رحمہ اللہ سال کے آغاز میں اخلاص پر تقریر فرماتے تھے۔ حضرتؒ کی یہ کرامت تھی کہ ہر سال کی تقریر پرانی ہوتی تھی، مگر نئی معلوم ہوتی تھی۔ طلبہ سے بڑے دردِ دل سے فرماتے تھے: جو طالب علم حصولِ جاہ اور شہرت کی غرض سے داخلہ کا خواہشمند ہے، وہ ہمارے ادارے میں نہ آئے۔ میں خود اس کے لیے درخواست لکھ کر کسی دوسرے ادارے میں داخلہ کراؤں گا۔ آپؒ دورانِ درس فرماتے تھے: میرا حج وعمرہ کی وجہ سے حرمین شریفین کا سفر صرف اپنی خاطر نہیں ہوتا، بلکہ اس مدرسے، طلباء و اساتذہ اور عملہ (سب) کے لیے دعا کرتا ہوں۔ آپؒ مستجاب الدعوات تھے، آپ کی دعا کا اثر ہے کہ اس مدرسہ کے فضلاء کو اللہ رب العزت نے خصوصی مقام وعزت سے نوازا ہے۔

حضرت بنوریؒ وحضرت شیخ الحدیثؒ کے تعلیمِ خدمت کے واقعات

محمد علی نامی ایک (طالب علم) حضرتؒ کے خادم تھے، جو پڑھائی میں نہایت کمزور تھے، مگر خدمت کا

جذبہ ان کے اندر کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا، چنانچہ روزانہ درس سے قبل حضرتؒ کے (گھر کے) دروازے کے باہر حاضر ہو جاتے تھے، جب آپ باہر تشریف لاتے تو ان کے کاندھوں پر ہاتھ رکھ کر سہارا لیے مسجد تشریف لے جاتے تھے۔ اسی طرح وہ حضرتؒ کی جوتیاں نہایت سلیقہ سے محفوظ رکھتے تھے۔ ان کی ایک خصوصیت قابلِ ذکر ہے کہ: جب وہ کسی اور طالبِ علم کو حضرتؒ کی خدمت کے لیے آگے بڑھتا دیکھتے تو فوراً پیچھے ہٹ جاتے تھے اور اسے خدمت کا موقع دیتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک طالب علم نے خدمت کی غرض سے حضرتؒ کی جوتیاں اُٹھائیں، آپؒ نہایت نفیس جوتیاں پہنتے تھے، اس طالب علم نے جوتیوں کی پائنتی کا رُخ مشرق کی طرف پھیر کر رکھ دیا، آپؒ نے طبیعت میں غیر معمولی حساسیت کی وجہ سے اس پر ناراضگی کا اظہار فرمایا۔

اس قسم کا (ایک اور) واقعہ یاد آیا، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ جن کو حضرت بنوریؒ سے گہری رفاقت حاصل رہی، اخیر عمر میں پیرانہ سالی کے سبب عصا (لاٹھی) کے سہارے چلتے تھے، ایک مرتبہ حرمِ مکی میں تشریف فرما تھے، شیخ یونسؒ نے آپ کی لاٹھی کو رکھنا چاہا تو بے دھیانی میں اُس کا دستہ قبلہ سے منحرف حالت میں رکھا، حضرت شیخ الحدیثؒ نے فوراً تنبیہ کی، اور فرمایا: اس کا دستہ بمنزلہ چہرہ کے ہے، جس کا رُخ قبلہ کی جانب ہونا چاہیے۔ ہمارے اکابرین نے اس قدر معمولی آداب کا بھی لحاظ کیا ہے۔

کتاب کے ساتھ قلبی تعلق ہونا ضروری ہے

طلبِ علم میں دل لگا کر محنت کرنی چاہیے، اس پر ایک واقعہ عرض کرتا ہوں، جو تفسیروں میں موجود ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کی خدمت میں دو عورتیں آئیں، ان میں سے ایک کا بچہ بھیڑیا اٹھا کر لے گیا تھا، اور ایک بچہ موجود تھا، جس پر دونوں عورتیں دعوے دار تھیں۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے قبضہ کی بنا پر بڑی عورت کے حق میں فیصلہ سنایا۔ جب ان دونوں عورتوں کا گزر آپ کے صاحبزادہ سلیمان علیہ السلام پر ہوا، ان کو قضیہ اور فیصلہ پر آگاہ کیا، تو والد کی خدمت میں اس فیصلہ میں ترمیم کی اجازت چاہی، اور ایک تدبیر اختیار کی کہ دونوں عورتوں کی موجودگی میں چھری منگوائی اور بچہ کو ذبح کرنے کی غرض سے قدم بڑھایا تو یک دم چھوٹی عورت پکار اٹھی کہ اس بچہ کو دوسری عورت کے سپرد کر دو، مگر اس کو قتل مت کرو۔ دراصل بڑی عورت کا بچے کے ساتھ ہاتھ کا تعلق تھا، لیکن چھوٹی عورت کا Heart (دل) کا تعلق تھا، لہٰذا کتاب کے ساتھ بھی Heart کا مضبوط تعلق ہونا چاہیے۔

اس سلسلہ میں بخاری شریف کی روایت ہے کہ ایک نبی نے جنگ پر روانگی سے قبل اعلان کیا: جو شخص گھر کی تعمیر سے فارغ ہوا ہو، مگر چھت ڈالنا ابھی باقی ہو، یا جس کی اونٹنی گابھن ہو، یا وہ شخص جو عقدِ نکاح میں داخل ہو چکا ہو، مگر رخصتی ابھی نہ ہوئی ہو، تو ایسے لوگ ہمارے ساتھ جہاد میں شریک نہ ہوں۔ اس کی وجہ بالکل واضح

ہے کہ ان کا دل مذکورہ چیزوں کے ساتھ معلق ہوگا، اور جہاد میں یکسو نہیں ہوگا۔

حصولِ علم کے چھ درجات

علماء نے حصولِ علم کے چھ درجات ذکر کیے ہیں:

❶ -الاستماع: استاذ کا سبق پورے غور وتوجہ سے سننا۔

❷ -الإنصات: دورانِ درس گفتگو اور ہنسی مذاق سے اجتناب کرنا۔

❸ -الفهم: سبق کو سمجھنے کی ہر ممکن کوشش کرنا، حاشیہ وغیرہ کی مدد لینا۔

❹ -الحفظ: سبق کو ضبط اور محفوظ کرنے کی کوشش کرنا۔

❺ -العمل: مضمونِ درس کو عملی زندگی میں زندہ کرنا۔

❻ -الدعوة: لوگوں کو خیر وبھلائی کی دعوت دینا اور برائی سے روکنا۔

احسان کے چھ معانی

درس کی ابتداء میں، میں نے جو اشعار پڑھے، ان میں ایک مصرعہ ہے: وقدرُ كلِّ امرئ ما كان يُحسِنه، اس میں ایک کلمہ ''احسان'' آیا ہے، جس کے متعدد معانی ہیں:

① - الإخلاص في النية، ② - الإحسان بالعمل (عبادت کو بخوبی انجام دینا)، ③ -الإحسان إلى الأقارب، ④ - الإحسان إلى الأجانب، ⑤ - الإحسان إلى غير المسلمين، ⑥ -الإحسان إلى العبادات۔ یہ احسان کے چھ نمبر ہیں۔ یہاں شعر میں دوسرا معنی، یعنی الإحسان بالعمل مراد ہے۔

صحیح بخاری ''كتابُ العلم'' کے چند ابتدائی تراجم ابواب کی وضاحت

آپ حضرات کے سامنے عبارت پڑھی گئی، امام بخاری رحمہ اللہ نے حسبِ عادت ''ترجمةُ الباب'' میں آیت: ''يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ آمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ أُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ'' (المجادلۃ: ۱۱) پیش کر کے اہلِ علم کی رفعت ومنزلت کو بیان کیا ہے۔ آیت کا اختتام ''وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ'' لا کر اشارہ فرما دیا کہ علم کی اصل غرض اور مقصود اس کے مقتضیات پر عمل پیرا ہونا ہے۔ معروف جملہ ہے: ''العلمُ بلا عملٍ عقيمٌ، والعملُ بلاعلمٍ سقيمٌ، وكلاهما طريقٌ مستقيمٌ''، یعنی حصولِ علم، عمل کے بغیر بانجھ ہے۔ اور عمل، علم کے بغیر مریض اور کمزور ہے، اور علم وعمل کا مجموعہ، یہ سیدھی راہ ہے۔

امام بخاریؒ نے حسنِ ترتیب کے ساتھ ابواب باندھے ہیں، چنانچہ پہلے باب میں غیر اہم امور کو ترک

کر کے اہمیت کے حامل کام کو مقدم کرنے پر زور دیا ہے۔ اگلے باب میں مدرّس و محدّث کے لیے لاؤڈ اسپیکر کے انتظام پر توجہ مبذول کرائی ہے۔ چونکہ اس کے بغیر طالب علم کو سبق سننے میں دشواری ہوتی ہے، اس کے متصل باب میں درسِ حدیث کے افتتاح میں ’’و بہٖ قال: حدّثنا‘‘ کے ذریعہ اتصالِ سند کے ساتھ سبق کا آغاز کرنے کی ترغیب دی ہے۔

اس بات سے آپ بخوبی واقف ہیں کہ: ’’و بہٖ قال: حدّثنا‘‘ کہہ کر درس کا افتتاح کرنا حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کا طریقہ رہا ہے، جبکہ (امام العصر) حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کے درس میں ’’و بہٖ‘‘ کا اضافہ نہیں کیا جاتا تھا، جس کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ بسا اوقات تمام مرویات کی سماعت حاصل نہیں ہوتی تھی، لیکن میں عرض کرتا ہوں کہ جب مجموعہ کتاب کی اجازت حاصل ہوگئی تو اس کے ذیل میں، اس میں درج تمام مرویات کی اجازت شمار ہوگی۔

اس سے اگلے باب میں استاذ کا تلامذہ سے سوالات پوچھنے کو ذکر کیا ہے، جس کو سہ ماہی امتحان کے نام سے جانا جاتا ہے، اسی طرح (آخر تک) آدابِ تعلیم و تعلم سے متعلق (مختلف) ابواب باندھے ہیں۔

’’حدیثِ مسلسل بالاوّلیت‘‘ کا تسلسل اور اس کی سند

ہمارے اکابرین کا طریقہ رہا ہے کہ وہ حدیث کی مجلس میں سب سے پہلے اس حدیث کو بیان فرماتے تھے۔ اس میں میری اور آپ حضرات کے استاذِ حدیث حضرت مفتی عبدالرؤف غزنوی صاحب مدظلہم کی سند یکساں ہے۔ روایت کے الفاظ یہ ہیں: ’’الرّاحمونَ یرحمُھم الرحمٰن، ارحموا من في الأرض یَرحمْکم -أو یَرحمُکم- مَن في السَّماء.‘‘

ہم نے اپنے شیخ حضرت مفتی محمود حسن صاحبؒ سے سب سے پہلے یہ حدیث سنی، انہوں نے اپنے شیخ حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ سے، انہوں نے اپنے شیخ حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ سے، انہوں نے حضرت مولانا عبدالقیوم بُڈھانوی صاحبؒ سے، انہوں نے حضرت شاہ محمد اسحاقؒ سے، انہوں نے حضرت شاہ عبدالعزیزؒ سے، انہوں نے حضرت شاہ ولی اللہؒ سے سنی۔ اس کے بعد والی اسانید کو حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے اپنے رسائل ’’الفضلُ المبین‘‘ اور ’’النوادر‘‘ میں ذکر کیا ہے (یہ کتاب حضرت مولانا عاشق الٰہی بلند شہری رحمہ اللہ کی تعلیقات اور حواشی کے ساتھ زیورِ طباعت سے آراستہ ہوچکی ہے)۔

یہ بات یاد رہے کہ ’’حدیثِ مسلسل بالاوّلیت‘‘ کا تسلسل حضرت سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ تک رہا ہے، اس کے بعد عمرو بن دینارؒ، ابو قابوسؒ اور حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ میں اس کا تسلسل باقی نہیں رہا، البتہ ہمارے اکابرین اس کا بہت اہتمام فرماتے تھے۔

’’مسلسل بیوم عاشورا‘‘ سے متعلق ایک حیرت انگیز واقعہ

دارالعلوم کراچی کے نائب رئیس حضرت مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم نے ایک جگہ لکھا ہے: میں جدہ میں کسی کانفرنس میں شریک تھا، کانفرنس سے فارغ ہوکر عصر کے بعد موقع ملا تو میں نے ٹیکسی کرائے پر لی اور عمرے کے لیے چلا گیا، عمرے کے لیے جانے کے بعد جب سیڑھیوں سے اتر رہا تھا تو وہاں ایک طالب علم میرے انتظار میں کھڑا تھا، اس نے مجھ سے کہا: آپ کو شیخ یاسین فادانی یاد فرما رہے ہیں، انہوں نے مجھے حکم دیا تھا کہ اس جگہ کھڑے رہنا، مولانا تقی صاحب ملیں گے، انہیں میرے پاس لائیے۔

شیخ یاسین فادانی اصلاً انڈونیشیا کے عالم تھے، وہ ’’جامع المسانيد‘‘ تھے، بڑے بڑے مشائخ ان کے پاس اجازتِ حدیث کے لیے حاضر ہوتے تھے۔ مولانا تقی صاحب فرماتے ہیں: میں نے اس طالب علم سے پوچھا: انہیں میری آمد کا کیسے علم ہوا؟ اس نے کہا: مجھے اس کا علم نہیں، انہوں نے مجھے صرف اتنا فرمایا تھا کہ فلاں دروازہ پر ان کا انتظار کرنا اور میرے پاس لے آنا۔ جب مولانا تقی صاحب ان کی مجلس میں پہنچے تو شیخ یاسین فادانی نے فرمایا: دراصل میرے پاس ایک حدیث ’’مسلسل بیوم عاشورا‘‘ ہے، اور آج عاشورا کا دن ہے، میں نے آپ کو اس کی اجازت دینے کے لیے بلایا ہے، اس لیے کہ یہ دن سال میں ایک دفعہ آتا ہے، معلوم نہیں آئندہ سال آپ یا میں زندہ رہیں یا نہیں؟ زندہ رہیں تو یہاں موجود ہوں گے یا نہیں؟ اس لیے میں نے آپ کو تکلیف دی، مولانا تقی صاحب فرماتے ہیں: میں نے عرض کیا: حضرت! آپ کو کیسے پتہ چلا کہ میں یہاں آیا ہوا ہوں؟ وہ فرمانے لگے: بس باقی باتوں کو چھوڑیں، آپ حدیث کی اجازت لیں۔ یہ ’’كشف الصدور والإلهام‘‘ کہلاتا ہے، جو دائمی نہیں ہوتا۔

’’حدیثِ مسلسل‘‘ کی چھ قسمیں

۱: مسلسلِ قولی، ۲: مسلسلِ فعلی، ۳: مسلسلِ زمانی، ۴: مسلسلِ مکانی، ۵: مسلسل بالحالۃ العارضۃ، ۶: مسلسل بالحالۃ الدائمۃ۔

حاضرین کو اجازتِ حدیث

مجلس کے اختتام پر حضرت مفتی صاحب نے دورہ حدیث کے طلباء کو اپنی تمام مرویات کی اجازت مرحمت فرمائی، اور فرمایا: ’’ہمارے اساتذہ ومشائخ کے حالاتِ زندگی پر عبدالرحمٰن نیمویؒ نے ایک کتاب مرتب کی ہے، جس کا نام ’’جواهر الأصول‘‘ تجویز کیا ہے۔ اس پر ہم نے کام بھی کیا ہے۔ ایک بار اس کی اشاعت ہوئی تھی اور ہاتھوں ہاتھ اس کے نسخے ختم ہو گئے تھے، اب عنقریب دوبارہ اس کی اشاعت ہوگی۔‘‘

حضرت بنوریؒ سے اجازت حاصل نہ ہونے کا ذکر

ایک بات عرض کر کے مجلس کا اختتام کرتا ہوں، اس مدرسہ کے مؤسس و بانی علامہ بنوریؒ سے مجھے براہِ راست اجازتِ حدیث حاصل نہیں ہے۔ یہ تکوینی فیصلہ تھا، حالاں کہ میں ۱۹۷۲ء میں آیا اور حضرتؒ کی رحلت کا سانحہ سن ۱۹۷۷ء میں پیش آیا۔ ان کی مجالس اور دروس میں شرکت اور ان سے استفادہ کا موقع ملا ہے، اس وجہ سے ان کا ذکر اپنے اساتذہ میں کرتے ہوئے فخر محسوس کرتا ہوں، بس یہی کہنا چاہتا ہوں کہ ہمیں جو کچھ ملا، وہ اس مدرسہ اور اس کے بانی کی برکت سے ملا، ورنہ ہم خود کچھ نہیں ہیں۔

اردو اور عربی میں لفظِ ''مہتمم'' کے تلفظ میں فرق

مہتمم کا لفظ عربی میں استعمال کرتے ہوئے میم کو میم میں ادغام کرنا ضروری ہوگا، جبکہ اردو زبان میں بغیر ادغام مستعمل ہے۔ اس سے اشارہ ہوگیا کہ مہتمم اور نگراں حضرات کو نرم اور سخت دونوں لہجوں میں سمجھانا چاہیے، جس کی بہترین تعبیر یہ ہے: سختی کی جگہ پر سخت رویہ اور لہجہ ہو، مگر نرمی کی جگہ پر نرمی اختیار کرے۔

وصلی اللہ علیٰ محمد وعلی آلہٖ وصحبہٖ أجمعین!

..... ❁ ..... ❁ ..... ❁ .....